عارضی مقیمینِ مکہ (آفاقی) کی میقات

——————— ڈاکٹر محمود حسن الہ آبادی

تطلیقاتِ ثلٰثہ اور رکعاتِ تراویح کی طرح آفاقی (عارضی مقیمینِ مکہ) کی میقات کے مسئلہ میں اہلِ حدیث اور غیر اہلِ حدیث علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور کے مسلک کے برخلاف علمائے اہلِ حدیث حج، عمرہ یا کسی اور مقصد کے لیے مکہ میں عارضی طور سے مقیم باہر کے افراد کے لیے تنعیم یا مسجدِ عائشہ اور جعرّانہ کو، جو حوالی مکہ میں واقع ہیں، میقات نہیں سمجھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو، جو حیض آجانے کے سبب عمرہ نہیں کرسکی تھیں، حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم بھیجا، تاکہ وہ (حضرت عائشہؓ) وہاں سے احرام باندھ کر آئیں اور طواف اور سعی کر کے عمرۃ القضاء ادا کرلیں۔ یہ رخصت خصوصی تھی۔ اگر کوئی خاتون عمرہ کی تکمیل کے دوران میں ان حالات سے گزرے اس کے لیے تو جائز ہے کہ وہ تنعیم جا کر احرام باندھ لے اور حرم میں ارکانِ عمرہ کی تکمیل کرلے۔ دوسروں کے لیے یہ رخصت نہیں۔ بالفاظِ دیگر تنعیم حائضہ عورتوں کے لیے تو حلّ ہوسکتا ہے، دوسروں کے لیے نہیں، کیوں کہ تنعیم مدینہ کے راستہ پر ہے اور مدینہ والوں کی میقات ذو الحلیفہ ہے، جسے آج کل بئرعلی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ جعرّانہ کے عمرہ کو رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص قرار دیتے ہیں، کیوں کہ یہ عمرہ آپؐ نے راتوں رات کیا تھا اور عام صحابہ کو اس کا علم نہیں ہوسکا تھا۔ غیر اہلِ حدیث تمام ہی مسالک عارضی مقیمین مکہ کے لیے تنعیم اور جعرّانہ کو عمرہ کے لیے حلّ قرار دیتے اور وہاں سے احرام باندھنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ راقم

الحروف مسلکاً عامل بالحدیث ہونے کے باوجود بشرطِ دلیل تیسیر اور توسّع کا قائل ہے اور سہولیات سے لوگوں کے فائدہ اٹھالینے کو قابلِ اعتراض نہیں سمجھتا۔ لیکن جب ایک عالمِ دین نے یہ بات فرمائی کہ تنعیم کے احرام سے حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکرؓ نے عمرہ نہیں کیا تھا، صرف اپنی بہن حضرت عائشہؓ کو کرایا تھا تو ناچیز کو واقعی تشویش ہوئی اور اپنے دوست فضیلۃ الشیخ ابوالاشبال احمد شاغف، **باحث شرعی، ہیئۃ الاعجاز العلمی رابطۃ العالم الاسلامی، مکۃ المکرمہ** سے رجوع ہوا۔ موصوف کی ذاتی لائبریری بہت عظیم ہے جس میں صرف تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور دیگر علوم اسلامیہ پر سینکڑوں کتابیں ہیں۔ انھوں نے بتلایا کہ ان لوگوں کے لیے، جو عارضی طور سے مکہ میں مقیم ہوں، عمرہ کے لیے تنعیم سے احرام باندھ کر آنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور آں حضور ﷺ کے حکم سے حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ خود بھی تنعیم سے عمرہ ادا کیا تھا۔ میری درخواست پر انھوں نے دلیل شرعی کے طور پر بخاریات پر مشتمل ایک مختصر نوٹ لکھ کر دے دیا تھا۔ اس کی روشنی میں میں نے جو مطالعہ کیا ہے اس کا ماحصل ذیل میں درج ہے۔

(۱) امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث بیان کی ہے۔

وقت رسول اللہ ﷺ لأهل المدينة ذاالحليفه ولأهل الشام الجحفة ولأهل نجد قرن المنازل ولأهل اليمن يلملم. هنّ لهن ولمن أتىٰ عليهن من غير هن ممّن أرادالحج و العمرة. ومن كان دون ذلك فمن حيث أنشأ، حتىٰ أهل مكة من مكة. [۱]

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ والوں کے لیے میقات (احرام باندھنے کی جگہ) ذوالحلیفہ، شام والوں کے لیے جحفہ، نجد والوں کے لیے قرن المنازل اور یمن والوں کے لیے یلملم کو مقرر فرمایا۔ یہ میقات ان ملک والوں کے لیے اور ان دوسرے ملک والوں کے لیے ہیں جو ان راستوں سے گذریں اگر وہ حج اور عمرہ کے لیے آئیں۔

امام ترمذیؒ [۲] اور امام مسلمؒ [۳] نے بھی حضرت عمران بن حصینؓ سے یہ روایت کی

ہے۔ مواقیت الحج والعمرہ کی احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی کے علاوہ سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مؤطا امام مالک، مسند احمد اور مسند طیالسی میں بھی ہیں۔

(۲) امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت بیان کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زید بن جبیر نامی ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں عمرہ کا احرام کہاں سے باندھوں؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آں حضرت ﷺ نے نجد والوں کے لیے قرن، مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لیے جحفہ مقرر کیا ہے[۴] اس حدیث میں مدینہ والوں کی میقات کا ذکر نہیں ہے۔

صاحب مرعاۃ نے علامہ ابن حزمؒ کے حوالہ سے جحفہ کا نام **العریش** اور رابغ بھی دیا ہے[۵] اور قرن المنازل کا نام قرن الثعالب بھی ہے[۶]۔ شام والے آج کل رابغ ہی سے احرام باندھتے ہیں، کیوں کہ جحفہ میں اس کی سہولت موجود نہیں ہے۔

(۳) ترمذی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے:

لما أراد النبیّ ﷺ الحج أذّن فی الناس فاجتمعوا فلما أتی البیداء أحرم[۷]	جب نبیؐ نے حج کا ارادہ کیا تو لوگوں میں اعلان کرادیا۔ وہ جمع ہوگئے۔ جب آپ بیداء پہنچے تو احرام باندھ لیا

صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے:

قال البیداء الذی تکذبون فیها علیٰ رسول الله ﷺ والله ماأهلّ رسول الله ﷺ الا من عند المسجد، من عند الشجرة.[۸]	فرماتے ہیں: بیداء کے سلسلے میں تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں غلط بات کہتے ہو، اللہ کی قسم۔ رسول اللہؐ نے مسجد کے پاس (شجرہ کے پاس) احرام باندھا تھا

مذکورہ احادیث میں **البیداء**، **المسجد** اور **الشجرۃ** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں یہ بات صاف کردی ہے کہ ان الفاظ سے مراد دراصل ذوالحلیفہ ہے۔

(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: إنّ رسول اللہ ﷺ وقّت لأھل العراق ذات عرق ۹ (رسول اللہ ﷺ نے عراقیوں کی میقات ذات عرق مقرر فرمائی ہے۔)
یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عراق کی فتح کے بعد ہوا۔

(۵) حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے مروی ہے: ان النبی ﷺ وقّت لأھل المشرق عقیق ۱۰ (نبی ﷺ نے مشرق والوں کے لیے میقات عقیق مقرر فرمائی۔)

جہاں تک عقیق کا تعلق ہے یہ عرب کے جغرافیہ میں ایک معروف نام ہے۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۱۱ میں جو تفصیلات دی گئی ہیں ان کی رو سے عقیق نام کی کئی وادیاں ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور تو وہ وادئ عقیق ہے جو مدینہ کے عین مشرق سے گذرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مدینہ سے مکہ جانے والی سڑک کی پہلی منزل اسی العقیق سے ہوتی ہوئی ذوالحلیفہ تک پہنچتی تھی۔ آج بھی مدینہ سے مکہ جانے والی شاہ راہ یہی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ابن اسحاق کے حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کے ایک سفر کا حال لکھا ہے جس میں عقیق، ذوالحلیفہ اور اولات نام کے چند مقامات کا ذکر آیا ہے۔[۱۲]

عقیق نام کا یہ مقام غالباً مدینہ سے متصل یا اس کے حوالی میں تھا، کیوں کہ حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت سعدؓ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: وکانت وفاۃ سعد بالعقیق بالمدینۃ [۱۲ء] (سعدؓ کی وفات مدینہ میں عقیق کے مقام پر ہوئی تھی) پھر آگے ایک جگہ لکھا ہے:

وصلّی علیہ الولید بن عتبۃ بن أبی سفیان نائب المدینۃ وفی القوم ابن عمر وأبو سعید وخلق من الصحابۃ وغیرھم وکان ذلک عند صلوٰۃ العصر وکانت وفاتہ فی دارہ بالعتیق ۱۴	ان کی نماز جنازہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نائب مدینہ نے صحابہ کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ ابن عمرؓ ابوسعیدؓ کے ہمراہ نماز عصر کے وقت پڑھی اور ان کی وفات اپنے گھر میں عتیق میں ہوئی تھی۔

(عتیق اور عقیق دونوں ایک ہی مقام کا نام ہے)

دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے بیان کے مطابق دوسری وادئ عقیق بنومزینہ کے علاقہ میں واقع تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے اسی قبیلہ کے بلال بن الحارث کو بطور قطیعہ

(جاگیر) دے دیا تھا۔ بئر رومہ (بئر عثمان بن عفانؓ) اور بئر عروہ بن زبیرؒ اسی وادیٔ عقیق میں واقع ہیں۔ بادنیٰ تأمّل اس وادی کا تعلق ابن عباس والی حدیث سے نہیں معلوم ہوتا۔

تیسری وادیٔ عقیق جسے قدیم تر مؤرخین نے بعض اوقات عقیق ذات عرق لکھا ہے طائف کے قرب و جوار سے شروع ہو کر الحجاز کے کوہستانی سلسلہ کے اندرونی پہلو کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف پھیلی ہوئی ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ وادی المدینہ سے ملی ہوئی ہے۔ محدثین نے حدیث میں مذکور عقیق سے یہی وادی مراد لی ہے۔ اس پر گفتگو آگے آ رہی ہے۔ چوتھی وادیٔ عقیق وسطی عرب میں عقیق الیمامہ یا عقیق تمرہ کے نام سے موسوم تھی۔ آج بھی اس وادی میں تمرہ نام کی ایک بستی آباد ہے جہاں ایک قطعہ نمک 'العقیق' کے نام سے موسوم ہے۔

مذکورہ وادیوں کے علاوہ ایک وادی العقیق بنوعقیل کے علاقہ میں تھی۔ ایک وادی العقیق، البصرہ کے نام سے مشہور تھی۔ عرب شعراء نے العقیق کے نام سے اور بھی کئی وادیوں کا ذکر کیا ہے۔ بنوجعدہ کے ایک چشمہ کا نام بھی العقیق تھا جس کے بارے میں ایک تاریخی جھگڑا ہوا تھا اور آں حضرت ﷺ نے وہ چشمۂ آب بنوجرم کو عطا کر دیا تھا۔

عقیق کے نام سے موسوم چند وادیوں میں سے جس وادی کا ذکر حدیثِ ابن عباس میں آیا ہے وہ مذکورہ تیسرے نمبر کی وادی ہی ہو سکتی ہے جسے عقیق ذات عرق کا نام دیا گیا ہے۔ اور یہی ذات عرق اہلِ عراق کی میقات ہے، جیسا کہ حدیث عائشہ میں گذر چکا۔ اہلِ عراق کی میقات کا ذکر الگ حدیث میں اس لیے آیا ہے کہ عراق (جو اس وقت کسریٰ ایران کے ماتحت تھا) کے کچھ مقامات بعد میں فتح ہوئے ہوں گے، جیسا کہ صاحب تحفۃ الاحوذی نے صراحت فرمائی ہے:

وقت لأهل العراق بعد اذفتحت العراق[۱۵]	اہلِ عراق کے لیے عراق فتح ہونے کے بعد میقات مقرر کی گئی

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

فلما رجع الناس من الأحزاب بينا أنا في إبلي بطرف العقيق من ذات عرق راقداً سمعت صوتاً ۱۶	جب لوگ احزاب سے واپس ہوئے تو ایک موقع پر میں ذات عرق کے علاقے عقیق میں اپنے اونٹوں کے درمیان سویا ہوا تھا کہ اچانک میں نے ایک آواز سنی

ایک جگہ ابن کثیرؒ ابن جریرؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال ابن جرير وفي هذه السنة أعني خمس عشرة ......ثم ذكر ابن جرير وقعات كثيرة كانت بينهم و ذلك حين بعث عمر بن الخطاب الىٰ سعد بن وقاص يأمره بالمسير الى المدائن،وأن يخلف النساء والعيال بالعقيق ۱۷	ابن جریر نے ۱۵ھ کے دوران پیش آنے والے بہت سے واقعات بیان کیے ہیں، ان واقعات کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت سعد بن وقاصؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ عورتوں اور بچوں کو عقیق میں چھوڑ کر مدائن کوچ کریں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ مشرق کی شرح میں لکھتے ہیں:

العقيق هو موضع بحذاء ذات العرق مما ورائه وقيل داخل في حد ذات العرق،وأصله كل مسيل شقّه السيل فوسّعه من العقّ وهو القطع والشّق والمراد بأهل المشرق من منزله خارج الحرم من شرقي مكة الىٰ أقصىٰ بلاد الشرق وهم العراقيون والمعنىٰ حدّرسول الله ﷺ وعيّن لإحرام أهل المشرق العقيق ۱۸۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عقیق دراصل ذات عرق کے پاس ہی کہیں واقع ہے۔ اور حدیث میں مشرق سے مراد عراق ہے۔ اگر چہ مکہ سے مشرق میں طائف اور مدینہ سے مشرق میں نجد ہے۔ عراق تو دراصل حرم مکی کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ لیکن اس حدیث کی شرح جغرافیہ کی روشنی میں نہیں، بلکہ محدثین کی روش کے مطابق نصوص کی روشنی میں کی جائے گی۔

جہاں تک عقیق اور ذات عرق کے فرق کا سوال ہے تو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ ذات عرق کی میقات وجوبی ہے اور عقیق کی میقات استحبابی، کیوں

کہ ذات عرق بہ نسبت عقیق کے حرم سے قریب تر ہے۔مولانا شمس الحقؒ ڈیانوی نے خطابی کا قول نقل کیا ہے۔وقال الخطابی فی العقیق أثبت منه ۱۹۔(خطابی نے کہا ہے کہ حافظؒ کی رائے کے برخلاف عقیق کی اہمیت زیادہ ہے)۔شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ مبارک پوریؒ نے بھی اس عنوان پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے۔۲۰۔

(۶) آں حضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں چار عمرے کیے ہیں۔ان میں سے ایک عمرہ کا احرام آپ نے جعرانہ سے باندھا تھا۔اس کا ذکر ابن ہشام نے اپنی سیرت میں ۲۱، امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں ۲۲ اور امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں کیا ہے۔ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

عن محرش الکعبی أن رسول اللہ ﷺ خرج من الجعرانة لیلاً معتمراً قدخل مکة لیلا فقضیٰ عمرته ثم خرج من لیلته فأصبح بالجعرانة کبائت فلما زالت الشمس من الغد خرج من بطن سرف حتیٰ جاء مع الطریق طریق جمع ببطن سرف فمن أجل ذلک خفیت عمرته علی الناس ۲۳	محرش کعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جعرانہ سے رات میں عمرہ کے ارادے سے نکلے، مکہ میں رات میں داخل ہوئے، عمرہ ادا اور رات ہی میں واپس چلے گئے اور جعرانہ میں اس طرح صبح کی گویا رات وہیں گذاری ہو۔اگلے دن جب سورج ڈھل گیا تو بطن سرف سے نکلے.....اسی وجہ سے لوگوں کو آپ کے عمرہ کی خبر نہ ہوسکی

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ آپؐ نے یہ عمرہ راتوں رات کیا، یعنی رات میں جعرانہ سے احرام باندھ کر حرم شریف تشریف لائے اور صبح ہونے تک واپس چلے گئے، دوسری بات یہ کہ یہ عمرہ لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہا۔

ترمذی میں ہے:

قال قتادة قلت لأنس بن مالک: کم حج النبی ﷺ قال حجة واحدة واعتمر أربع عمر، عمرة فی ذی القعدة	حضرت قتادہؒ نے حضرت انسؓ بن مالک سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے حج کیے تو انھوں نے جواب دیا کہ فقط ایک،

وعمرة الحليبية وعمرة مع حجته وعمرة الجعرانة اذ قسّم غنيمة حنين ۲۴

لیکن عمرے آپ نے چار کیے، ایک ذی قعدہ میں، دوسرا عمرۃ الحدیبیہ، تیسرا عمرہ حج (الوداع) کے ساتھ اور چوتھا عمرہ جعرانہ سے، جب آپؐ حنین کا مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔

یہی بات مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے لکھی ہے ۲۵۔ ابن ہشام کے بموجب یہ عمرہ بھی ذی قعدہ میں ہوا تھا ۲۶۔

(۷) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کے ایک فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیثِ ترمذی میں جس عمرۂ ذی قعدہ کا ذکر ہوا ہے وہ دراصل عمرۂ حدیبیہ کی قضا ہے۔ ابن ہشام نے اسی لیے اس عمرہ کو عمرۃ القضاء یا عمرۃ القصاص کا نام دیا ہے۔ چناں چہ انہوں نے لکھا ہے کہ: ''پھر عمرۃ القضاء کے لیے روانہ ہوئے جس سے گذشتہ سال ذی قعدہ ہی کے مہینہ میں آپؐ کو مشرکوں نے روک دیا تھا......اور یہ حرمت کا مہینہ تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں سے اس کا قصاص لیا۔ چناں چہ ذی قعدہ ۷ھ میں (ایک سال بعد) آپ مکہ میں داخل ہوگئے۔ ۲۷

(۸) امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت بیان فرمائی ہے کہ: ''جب آپؐ حج سے فراغت کے بعد منیٰ سے چلے اور محصّب میں اترے تو آپ نے عبد الرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ 'اپنی بہن عائشہ کو حرم سے باہر لے جاؤ، پھر وہاں سے تم عمرہ کا احرام باندھ لینا، پھر تم دونوں بھائی بہن طواف وعمرہ سے فارغ ہوجانا، میں تم دونوں کا یہیں انتظار کروں گا۔ پھر جب ہم آئے تو آپؐ نے پوچھا 'کیا تم دونوں فارغ ہوگئے؟' ہم نے کہا 'ہاں'''۔ ۲۸

مذکورہ حدیث صحیح بخاری میں چونتیس جگہوں پر مختلف شکلوں میں آئی ہے۔ ان میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں:

أخـرج بـأختک الحـرم فلتهلّ بعمرة ثم افرغا من طوافكما انتظر

اپنی بہن کو حرم سے (باہر میقات پر) لے جاؤ۔ پھر وہاں سے عمرہ کے لیے لبیک پکارنا

کـمـا ھھـنـا. فأتینا فی جوف اللیل فقال، فرغتما؟ ۲۹

شروع کرو۔ پھر جب تم دونوں طواف سے فارغ ہوجاؤ تو وہیں انتظار کرو۔ پس ہم رات کے وقت آئے تو آپ نے دریافت فرمایا: 'تم دونوں فارغ ہوگئے؟'۔

حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکرؓ کے حضرت عائشہؓ کو عمرہ کرانے کی روایت خود انہی سے ان الفاظ کے ساتھ ہے:

عـن عبـد الـرحـمـن ابن أبی بکر أنّ الـنبـی ﷺ أمـر ہ أن یـردف عـائشة ویعمرھا من التنعیم. ۳۰

حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہؓ کو اپنے پیچھے بٹھا کر لے جائیں اور تنعیم سے عمرہ کرائیں۔

حضرات عبد الرحمٰنؓ اور عائشہؓ کے تنعیم سے عمرہ کرنے کی تائید مسند احمد کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عـن عبد الرحمن ابن أبی بکر یقول. قال رسول اللہ ﷺ' ارحل ھذہ الناقة ثم اردف أختک فاذاھبطتما من أکمة التنعیم فأھلا و اقبلا' وذلک لیلة الصدر. ۳۱

اس روایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ جب تم دونوں تنعیم میں پہنچ جاؤ تو پھر تم دونوں وہاں سے احرام باندھ کر لوٹو۔ واضح رہے کہ مسند احمد کے محققین نے اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔

حضرت عائشہؓ کے اس عمرۃ القضاء کا ذکر صحیح بخاری اور جامع ترمذی کے علاوہ صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مؤطا امام مالک، مسند طیالسی اور مغازی واقدی کے علاوہ سیرت ابن ہشام میں بھی ہے۔

(۹) شیخ الحدیث علامہ عبید اللہؒ مبارک پوری فرماتے ہیں: ''مکہ کے گرد چاروں اطراف کے حدود کی تعیین خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم خداوندی فرمائی تھی اور حرم کعبہ اور مسجد حرام سے ان حدود کا احاطہ ہر چہار جانب مساوی نہیں بلکہ متفاوت ہے۔

حدیبیہ اور جدہ کی جانب یہ حد دس میل ہے اور یہی فاصلہ طائف کی جانب ہے۔ جعرانہ کی جانب یہ فاصلہ نو میل ہے۔ عرفات، عراق اور یمن اور اس کے اطراف کی جانب یہ فاصلہ سات میل ہے • اور تنعیم کی جانب صرف تین میل۔ جہات مذکورہ میں ان حدود پر علامات نصب ہیں۔ اگر ان علامات کو بخط مستقیم ملایا جائے تو مخمس سے مشابہ ایک شکل برآمد ہوگی"۔۳۲

مولانا شمس پیرزادہؒ لکھتے ہیں:"۶ھ میں جب نبی ﷺ اور صحابہ کرام نے عمرہ کا ارادہ کیا تو مشرکین مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر جہاں سے حدود حرم شروع ہوتے ہیں آپؐ کو اور آپ کے ساتھیوں کو روک دیا۔ آپؐ نے وہیں قربانی کر کے احرام کھول دیا"۔۳۳
(حاشیہ ۲۷۶۔ تحت آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ۔ دعوۃ القرآن ۱/۱۸۱)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:"عمرۂ حدیبیہ کے موقعے پر آپؐ اور صحابہ کرام نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھ لیا تھا اور حرم میں داخل ہوگئے تھے۔ آپؐ نے احرام حدیبیہ کے مقام پر کھولا تھا جو مکہ سے جدہ کی شاہراہ پر تیرہ میل (بائیس کیلومیٹر بقول شمس پیرزادہؒ) ہے۔ اب اس مقام کو شمیسی کہتے ہیں"۔۳۴

مولانا مختار احمد ندوی نے اماکنِ میقات کی جو مسافت مکہ سے دی ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

(۱) ذوالحلیفہ: مکہ سے چار سو پچاس کیلومیٹر اور مدینہ سے پانچ میل یا آٹھ کیلومیٹر۔
(۲) جحفہ: مکہ سے ایک سو ستاسی کیلومیٹر۔ یہ مقام ویران ہو جانے کے سبب اب شامی و مصری حجاج رابغ سے احرام باندھتے ہیں، جو مکہ سے دو سو چار کیلومیٹر ہے۔
(۳) قرن المنازل: نجد والوں کی میقات۔ مکہ سے چورانوے کیلومیٹر ہے۔ آج کل یہ مقام سیل کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی کو وادی محرِم بھی کہا جاتا ہے۔
(۴) یلملم: یمن اور جنوب والوں کی میقات۔ مکہ سے چوّن کیلومیٹر دور ہے۔
(۵) ذات عرق: عراق والوں کی میقات۔ مکہ سے چورانوے کیلومیٹر کی مسافت پر ہے۔۳۵
(۶) شمیسی: (حدیبیہ) جدہ والوں کی میقات۔ مکہ سے تیرہ میل یا بائیس کیلومیٹر پر ہے۔۳۶

(۷) جعرانہ: مکہ سے تیرہ میل ہے۔ ۲۲ یا بائیس کیلومیٹر ۳۸ے
(۸) تنعیم: (مسجد عائشہ) مکہ سے صرف پانچ میل یا آٹھ کیلومیٹر ہے۔ (تقریباً)

(۱۰) برصغیر اور مشرق بعید کے حجاج اور معتمرین بحری سفر میں عدن کے سامنے سے اور ہوائی سفر میں بالعموم اپنی روانگی کے ہوائی اڈے سے احرام باندھ لیا کرتے ہیں۔ اس عمل کو تمام ہی مکاتبِ فکر کے علماء کرام نے بجا طور سے غیر ضروری پابندی کے مترادف قرار دیا ہے۔ کیوں کہ ان تمام مسافرین کو بالآخر جدہ کے راستے مکہ کا سفر کرنا رہتا ہے۔ بحری سفر میں تو کسی میقات سے گذرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ہوائی سفر میں بھی جہاز یلملم کے باہر ہی سے گذرتا ہے۔ (اگر اس راستہ میں حرم کا کچھ حصہ بھی داخل ہوجائے تو واپس باہر نکلنے پر کفارہ لازم ہوجائے گا) اس لیے اگر اپنے ملک کے ہوائی اڈے سے احرام نہ باندھ کر جدہ ہوئی اڈے پر احرام باندھا جائے تو زائرین کو سہولت رہے گی۔ پہلے سے احرام باندھ لینے سے بہت سی پابندیاں اسی وقت سے لازم ہوجاتی ہیں۔

جدہ کے راستے سفر کرنے والوں کی میقات دراصل حدیبیہ کا مغربی کنارہ ہے، جسے آج کل شمیسی کہا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد یہیں پر اپنا احرام کھولا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ آپ کے احرام کھولنے کی جگہ حرم میں داخل تھی۔ اس کے بیرونی حصہ سے حلّ شروع ہوتا تھا جسے جدہ کی میقات بننا تھا۔ جغرافیائی اعتبار سے اگر شام والوں کی میقات جحفہ سے یمن والوں کی میقات یلملم تک ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو شمیسی اسی خط پر واقع ہوگا۔ اس لیے اس مقام کو جدہ کی میقات ٹھہرانا رسول اللہ ﷺ کے پیغمبرانہ علم اور بصیرت کی دلیل ہے، اور کراع الغمیم سے مدینہ کا راستہ چھوڑ کر حرم کے اندر ہی اندر حدیبیہ تک پہنچنا، جو کہ مغرب والوں کی میقات ہے، دراصل ارادہ و مشیت خداوندی کے سبب ہے، ورنہ قولی احادیث میں اس میقات کا ذکر نہیں ہے۔

(۱۱) مولانا مختار احمد ندوی عمرۂ مکیہ پر شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے ملخصاً یوں پیش فرماتے ہیں:

''حج کے بعد مکہ ہی سے عمرہ کرنا، جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہی، عہد سلف میں اس کو کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ کسی نے نبی ﷺ سے اس کی بابت کچھ نقل کیا، نہ ان اصحاب کرام سے جنھوں نے آپ کے ساتھ حج کیا تھا کہ انھوں نے اس طرح عمرہ کیا ہو، سوائے حضرت عائشہؓ کے، کیوں کہ وہ تمتع کی نیت سے آئی تھیں کہ انھیں ماہواری آ گئی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ حج کا احرام باندھ لیں، یعنی قارن ہو جائیں اور عمرہ کے افعال (طوافِ بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ) کی الگ سے ادائیگی چھوڑ دیں...... (پھر آگے لکھتے ہیں) نبی ﷺ نے حضرت عائشہؓ کا دل خوش کرنے کے لیے الگ سے عمرہ کرایا تھا، کیوں کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ میرے ساتھ لوگ حج اور عمرہ دونوں الگ الگ کر کے جائیں گے اور میں حج کے ضمن میں عمرہ کر کے لوٹوں گی۔ جب حضرت عائشہؓ نے اصرار کیا تو ان کو خوش کرنے کے لیے آپؐ نے عمرہ کرا دیا'۔ [۳۹]

پھر آگے لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں چار عمرے کیے تھے، لیکن ان میں سے کوئی عمرہ ایسا نہیں جو مکہ میں رہتے ہوئے حل میں جا کر احرام باندھ کر کیا ہو، جیسا کہ آج کل رواج عام ہے۔ پہلا عمرہ تو صلح حدیبیہ کے سال یعنی ۶ھ میں کیا جس کا احرام ذوالحلیفہ سے باندھا، اور جب مشرکین نے آپؐ کو روک دیا تو حدیبیہ ہی میں آپؐ حلال ہو گئے (احرام کھول دیا)۔ پھر دوسرا عمرہ، عمرۃ القضاء ہے جو دوسرے سال یعنی ۷ھ میں اسی عمرہ کی قضا کے لیے یا بموجب صلح و معاہدہ کیا۔ اس کا احرام بھی ذوالحلیفہ سے باندھا تھا۔ اور تیسرا فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں اس وقت کیا جب قبیلۂ ہوازن کو شکست دے کر حنین سے طائف تشریف لے گئے، اور وہاں سے مکہ آتے ہوئے جعرانہ میں احرام باندھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ اور صحابہ کرام مکہ سے نکل کر جعرانہ گئے ہوں اور وہاں سے احرام باندھ کر مکہ آئے ہوں، جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں۔ (لہٰذا اگر کوئی شخص جعرانہ سے گذرتے ہوئے احرام باندھ کر مکہ آ جائے اور عمرہ کر لے تو رسول اللہ ﷺ کے اس عمرہ کی اتباع ہوگی) چوتھا عمرہ آپؐ نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ کیا جو آپؐ کے حج

قران کا جزو تھا۔۴۰

(۱۲) محولہ بالا احادیثِ میقات کا استقصا کرنے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ حضرت علامہ مبارک پوریؒ نے صاف کردی ہے کہ اس کا مقصد حرم پاک کی حرمت اور اس کی عظمت کا اقرار ہے اور یہ حدود وہی ہیں جن کے مابین خطِ مستقیم کھینچنے سے ایک مخمس کی شکل بنتی ہے۔ اس حد کے اندر مستقل بود و باش رکھنے والوں کو احرام باندھنے کے لیے اپنا گھر کافی ہے۔ انھیں باہر کسی حِل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ان لوگوں کے لیے جو مکہ کے مستقل باشندے نہیں ہیں اور جنہیں محدثین کی اصطلاح میں آفاقی کہا جاتا ہے، یہ احساس دلانا ضروری تھا کہ وہ جب بھی جوارِ حرم میں داخل ہوں، نئے سرے سے احرام بندی کریں۔ ان کے لیے مکہ میں ان کی عارضی رہائش گاہیں میقات کا بدل نہیں ہوسکتیں۔ اسی لیے آپؐ کے زمانہ میں مکہ آنے کے لیے جتنی بھی شاہ راہیں موجود تھیں ان پر رسول اللہ ﷺ نے میقاتیں مقرر کردیں، تاکہ ان تمام شاہ راہوں سے گذرنے والوں کا مقصدِ سفر متعین ہوجائے۔ حرم مکی سے مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ (بئرعلی) بعید ترین مسافت پر ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی مدینہ ہی میں تھی، اسی لیے ان لوگوں کے لیے خصوصیت سے ضروری ہوا کہ گھر سے نکلتے ہی اپنا مقصدِ سفر متعین کرلیں۔

اس مقصد کی تکمیل کے لیے آپؐ نے دو میقاتیں مقرر فرمائیں۔ ایک حدیبیہ (جسے آج کل شمیسی کہا جاتا ہے)، دوسرے جعرانہ۔ آپؐ نے اپنے عمل سے دونوں میقاتوں کی تصریح فرمائی۔

عمرۂ حدیبیہ کے وقت چوں کہ تمام صحابہ مُحرِم تھے، اس لیے سبھوں نے اپنے اپنے احرام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھول دیے۔ اور جیسا کہ نشان نمبر ۱۰ میں واضح کیا گیا کہ حدیبیہ جحفہ اور یلملم کے مابین خطِ مستقیم پر واقع ہے، اس لیے جدہ کی شاہ راہ کے لیے یہی جگہ میقات قرار پائی۔

عمرۂ جعرانہ کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے فتویٰ میں، جسے اوپر

مولانا ندوی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے، اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپؐ غزوہ حنین کے بعد طائف تشریف لے گئے تھے اور وہاں سے آتے ہوئے آپ نے بجائے قرن المنازل کے جعرانہ میں احرام باندھا تھا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل طائف (اور اہل نجد) کی ایک میقات جعرانہ بھی ہے۔ اس لیے عمرۂ جعرانہ کے اخفا کا یہ مقصد کہ یہ میقات صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے تھی، صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ چوں کہ صحابہ کرام اس وقت حالتِ جنگ میں تھے، لیکن اس بات کا علم ہوتے ہی کہ آپؐ عمرہ کے لیے پابہ رکاب ہیں، اس بات کا اندیشہ تھا کہ تمام صحابہ یا ان کی اکثریت عمرہ کے لیے تیار ہو جاتی، اس سے ’ارہاب اعداء‘ کا پروگرام متاثر ہو جاتا۔ مزید یہ کہ بہت سے صحابہ اس اچانک سفر سے تنگی میں پڑ جاتے اور آپؐ انھیں پریشانی میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے، اس لیے آپؐ نے اس عمرہ کے اظہارِ عام کو مخفی فرمایا۔ لیکن صحابہ کے ذریعہ ہی اس روایت کا ہم تک پہنچنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ غیر مقیمینِ مکہ (آفاقیوں) کی سہولتِ عمرہ کی خاطر ایک نزدیک تر میقات مقرر کر دینا چاہتے تھے، جیسا کہ قیام اللیل کے مسئلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ تین راتوں کے بعد آپؐ نے مسجد میں قیام کرنا بند کر دیا تھا (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، احمد) اس سے لوگوں کو وجوب کے تعب سے بچانا تھا، اگر چہ مقصد یہی تھا کہ لوگ رمضان میں قیام کریں۔

عمرۂ عائشہؓ کے بارے میں بھی یہ کہنا (بقول شیخ الاسلامؒ) کہ آپؐ نے انھیں صرف تسکینِ خاطر کے لیے یہ عمرہ کرایا تھا، ایک زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ آپؐ کا ہر فعل تشریع کے ذیل میں آتا ہے اور حضرت عائشہؓ کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کو بھی احرام باندھنے اور ارکانِ عمرہ کی تکمیل کا حکم دینا ایک حکم خاص کو عام کر دیتا ہے۔ اگر حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ذریعہ اس خاص کو عام نہ کیا گیا ہوتا تو بھی تعمیمِ خاص یا اطلاقِ مقید کو ہر مسلک والوں نے اپنے اپنے مقام پر جائز رکھا ہے۔ خود قیام اللیل کا مسئلہ اس کی ایک دلیل ہے۔ مسح علی الخفین اور جمع بین الصلوٰتین کے مسائل میں جہاں حنفیہ نے احادیث کی تخصیص کی ہے وہیں اہلِ حدیث حضرات نے ان کو حکمِ عام تسلیم کیا ہے۔ اور عائشہؓ کی

ذات گرامی تو وہ مبارک ذات ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کئی سہولتیں عطا فرمائی ہیں، جیسے پانی نہ ملنے پر طہارت کے لیے تیمّم کا کافی ہونا۔ آپؐ حضرت عائشہؓ کو احرام کی خاطر حدیبیہ بھی بھیج سکتے تھے، لیکن قریب ترین میقات تنعیم یا مسجد عائشہ (صرف پانچ میل یا آٹھ کیلومیٹر) زائرین کے لیے ایک تیسیر ہے۔ اس کے لیے بھی امت کو آپؐ کا شکر گذار ہونا چاہیے۔ یہ بات بھی بہت معنیٰ خیز ہے کہ جحفہ جو شام والوں کی میقات ہے اور جو مکہ سے ایک سوستاسی کیلومیٹر ہے مکہ اور مدینہ کی شاہ راہ پر واقع ہے۔

بہر حال احادیث کی رؤ سے کوئی ایسا قرینہ نہیں پایا جاتا جس کی رو سے جعرانہ کے عمرہ کو رسول کریم ﷺ کے لیے اور تنعیم کے عمرہ کو حضرت عائشہؓ کے لیے خاص مانا جائے۔ اس کے برخلاف ان دونوں مقامات کو مواقیت نازلہ سمجھنا زیادہ قرینِ صواب ہے، جس کو عارضی مقیمین مکہ کے لیے خاص سمجھنا چاہیے۔

(۱۴) اس پوری تحریر کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) اہل مکہ (مستقل باشندوں) کے لیے میقات ان کا اپنا مکان ہے۔

(۲) آفاقی (غیر مقیمین مکہ) جب باہر سے حرم شریف آئیں گے تو جحفہ، ذوالحلیفہ، ذات عرق، قرن المنازل یا یلملم سے احرام باندھیں گے۔

(۳) جدہ کی طرف سے آنے والے حدیبیہ (شمیسی) پر احرام باندھنے کے پابند ہوں گے۔

(۴) آفاقی (غیر مقیمین مکہ) اگر مکہ سے عمرہ کرنا چاہیں تو قریب ترین میقات تنعیم یا جعرانہ یا شمیسی سے احرام باندھ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

تنبیہ: (از ابوالاشبال) جمہور کے نزدیک جن میں ظاہریہ بھی شامل ہیں، اگر مکہ والے بھی عمرہ کرنا چاہیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ حرم سے باہر نکل کر حل میں جا کر احرام باندھیں، تبھی ان کا عمرہ ادا ہوگا۔ البتہ حنابلہ کے نزدیک مکہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے سے عمرہ تو ادا ہو جائے گا لیکن اس پر دم واجب ہوگا۔ اس کی تفصیل مرعاۃ المفاتیح میں موجود ہے۔ اھ

حواشی ومراجع

۱ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب مُهَلّ أهل مکة للحج و العمرة، حدیث نمبر ۱۵۲۴

۲ جامع ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی مواقیت الإحرام لأهل الآفاق

۳ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مواقیت الحج

۴ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب فرض مواقیت الحج و العمرة

۵ عبید اللہ مبارک پوری، مرعاۃ المفاتیح، طبع بنارس، ۸/۳۴۳

۶ مرعاۃ، ۸/۳۴۴

۷ جامع ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی أیّ موضع أحرم النبی ﷺ، حدیث نمبر ۸۱۷

۸ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الإهلال عند مسجد ذی الحلیفة، حدیث نمبر ۱۵۴۱، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب أمر أهل المدینة بالإحرام من عند مسجد ذی الحلیفة، حدیث نمبر ۱۱۸۶۔۱۱۸۷

۹ ابوداؤد ونسائی، بحوالہ ترمذی، مع تحفۃ الاحوذی، طبع پاکستان، ۲/۸۶

۱۰ جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی مواقیت الاحرام لأهل الآفاق، حدیث نمبر ۸۳۲، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی المواقیت، حدیث نمبر ۱۷۴۰

۱۱ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ج ۱۳، ص ۴۱۴، ۴۱۵

۱۲ ابن کثیر، البدایة و النهایة، طبع بیروت، ۳/۲۰۵

۱۳ البدایة و النهایة، ۸/۶۳

۱۴ حوالہ سابق، ص ۹۳

۱۵ ترمذی مع تحفة الأحوذی، طبع پاکستان، ۲/۸۶

۱۶ البدایة و النهایة، ۲/۲۷۲

۱۷ حوالہ سابق، ۷/۹۴۹

۱۸ ترمذی مع تحفة الأحوذی، ۲/۸۶

۱۹ شمس الحق دیانوی، عون المعبود، طبع ملتان،۲/۷۷
۲۰ مرعاۃ المفاتیح،۹/۵۵۹
۲۱ ابن ہشام، سیرۃ النبی (اردو) جلد دوم،۶۰۳
۲۲ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان عدد عمر النبی ﷺ وزمانهن، حدیث نمبر۳۰۴۳
۲۳ جامع ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی العمرۃ من الجعرانة، حدیث نمبر۹۳۵
۲۴ جامع ترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء : کم حجّ النبی ﷺ حدیث نمبر۸۱۵
۲۵ صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم، طبع لاہور، ص۵۷۳
۲۶ سیرۃ ابن ہشام۲/۶۰۴
۲۷ حوالہ سابق ،۲/۳
۲۸ صحیح بخاری، ابواب العمرۃ، باب اذا طاف طواف العمرۃ ثم خرج هل یجزئه من طواف الوداع ، بحوالہ قسطلانی ،۳/۲۷۲
۲۹ صحیح بخاری، ابواب العمرۃ، باب المعتمر اذا طاف..... حدیث نمبر۱۷۸۸
۳۰ صحیح بخاری، ابواب العمرۃ، باب عمرۃ التنعیم، حدیث نمبر۱۷۸۴
۳۱ مسند احمد، ۱/۱۹۸ ۳۲ مرعاۃ المفاتیح، ۸/۳۴۶
۳۳ شمس پیرزادہ، دعوۃ القرآن، ۱/۸۱۔ تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۱۹۶، حاشیہ نمبر ۲۷۶
۳۴ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، جلد پنجم، دیباچہ سورۃ الفتح
۳۵ مختار احمد ندوی، مسنون حج، الدار السلفیہ ، بمبئی، ص ۸۹
۳۶ مودودی، حوالہ سابق ۳۷ مودودی، حوالہ سابق
۳۸ شمس پیرزادہ، حوالہ سابق
۳۹ حج مسنون ، بحوالہ مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہؒ، ۶/۴۲۶
۴۰ حج مسنون، بحوالہ فتاویٰ ابن تیمیہؒ ۶/۴۴
۴۱ مرعاۃ المفاتیح، ۶/ ۲۴۷ ومابعد